Al-Qawārīr- Vol: 01, Issue: 03, June-2020

OPEN ACCESS
Al-Qawārīr
www.al-qawarir.com

زوجین کے باہمی تعلقات میں اکراہ، اسلامی فقہی تناظر میں مطالعہ

Compulsiveness in marital relations, study in Islamic jurisprudential perspective

Dr. Muhammad Abdullah*
Assistant Professor: Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore.

Version of Record
Received: 19-Oct-19 **Accepted**: 24-Dec-19
Online/Print: 30-June-20

ABSTRACT

It is an important issue in our society that husbands and wives cross the Islamic boundaries where the wife is forced to obey her husband, on the other hand, the husband goes to extreme and forces his wife to follow his own desires. Yes, it is against the spirit of Islam and religion. The Quran, Sunnah and Islamic Jurists do not allow this, because this attitude is against the spirit in Islamic marital life. The birth of man is based on the nature of Allah. The nature designed by Allah on which He has created the mankind. There is no change in Allah's creation. Due to which our Deen e Islam teaches holiness and cleanliness in every action of human being life. In Islam, every action that is against the spirit of our Deen is forbidden. Due to which every bad behavior among husband and wife is also against the values and sacredness of humanity.

Keywords*: Martially, Forced, Islamic, marital relations, Compulsiveness.*

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدافرمایااوراس کو اشرف المخلوقات بنایا،اسی ذات نے انسان میں مختلف قوتیں پیدافرمائیں، جن میں قوت شہویہ اور غضبیہ وغیرہ ہیں،ان کی پیدائش کامقصد یہی ہے کہ ان سے ضرورت کے وقت اعتدال کے ساتھ کام لیاجائے،افراط و تفریط سے احتراز کیاجائے، کیونکہ یہ جس طرح انسان کاہر عضو ہمارے پاس اللہ کی امانت ہے،اسی طرح یہ قوتیں بھی اللہ کی طرف سے ہمیں بطور امانت تفویض کی گئی ہیں،اس امانت کو اسی طرح رکھناضروری ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا حکم ہے،اللہ تعالیٰ نے انسان کی قوت

شہویہ کو تسکین دینے کے لیے مرد وزن کے مابین نکاح کا ایک بہترین عمل جاری فرمایا، جس کے ذریعے جہاں انسان کی اس قوت کی تسکین ہوتی ہے وہاں یہ عمل اللہ کے رسول کے فرمان کے مطابق نسل انسانی میں اضافے کا سبب بھی بنتا ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کو اپنی سنت قرار دیا ہے، ارشاد نبوی ہے: "النکاح من سنّتی"۔1 "نکاح کرنا میری سنت ہے۔"اسی طرح دوسری روایت میں ہے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کو آدھا ایمان بھی قرار دیا ہے جیساکہ ارشاد نبوی ہے: ''من تَزَوَّجَ فقد اِسْتَکْمَلَ نِصْفَ الایمان فَلْیَتَّقِ فِیْ النِّصْفِ الْبَاقِیْ۔''2 ''جس نے نکاح کیا تو اس کا آدھا ایمان مکمل ہو گیا اور باقی نصف کے بارے میں اللہ سے ڈرتا رہے۔''

زوجین کا آپس میں ازدواجی تعلقات قائم کرنا تقویٰ کے خلاف نہیں، چنانچہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: ''وَاللّٰہِ اِنِّیْ لاَخْشَاکُمْ لِلّٰہِ وَاَتْقَاکُمْ لَہ وَلٰکِنِّیْ اَصُوْمُ وَاُفْطِرُ وَاُصَلِّیْ وَاَرْقُدُ وَاَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ"۔3۔اللہ کی قسم میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ متقی ہوں اس کے باوجود یہ ہے کہ میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور بغیر روزہ کے بھی رہتا ہوں، میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں اور جس نے میری سنت سے اعراض کیا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔

نکاح کا ایک اہم مقصد تزکیہ نفس بھی ہے، جیساکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصِّيَامِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ۔4

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے نوجوانو! تم میں سے جو نکاح کی ذمہ داریوں کو اٹھانے کی طاقت رکھتا ہے اسے نکاح کر لینا چاہئے کیونکہ نکاح نگاہ کو نیچا رکھتا ہے اور شرمگاہ کی حفاظت کرتا ہے (یعنی نظر کو بھٹکنے سے اور جذبات کو بے لگام ہونے سے بچاتا ہے) اور جو نکاح کی ذمہ داریوں کو اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا ہے اسے چاہئے کہ شہوت کا زور توڑنے کے لیے وقتاً فوقتاً روزے رکھے۔

لیکن جب انسان کے دل ودماغ پر خود غرضی اور ہوس کا پردہ چھا جاتا ہے تو پھر یہ انسان اس قوت کے استعمال میں افراط سے کام لینا شروع کر دیتا ہے، جس سے معاشرہ میں بہت سی خانگی، سماجی اور اخلاقی خرابیاں جنم لیتی ہیں، زن وشو کے مابین محبت والفت کی بجائے بغض وعناد اور درندگی کے اثرات ظاہر ہونے لگتے ہیں، عام طور پر عورت کو ان حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، عورت کو جب مرد محض اپنی خواہش پوری کرنے کا ایک آلہ سمجھنے لگتا ہے، حتی کہ بعض اوقات جیساکہ بعض لوگوں سے ایسے حالات بھی سننے میں آئے ہیں جو حقیقت پر مبنی ہیں جو ناگفتہ بہ ہیں، لیکن اس کے باوجود وہ مرد مختلف طریقوں سے مقصد پورا کرنا اپنا حق سمجھتا ہے، اس کو اتنا مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ ناچاہتے ہوئے بھی انکار نہیں کر سکتی۔

عصر حاضر میں درپیش مسائل کے حل کے لیے بنیادی اصول

اس بارے میں عصر حاضر میں رونما ہونے والے چند اہم مسائل کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، جن کا قرآن وسنت کی روشنی میں حل پیش کرنے کی ایک سعی کی گئی ہے،ان مسائل میں سرفہرست جنسی جذبات کو غیر فطری طریقوں کے ساتھ پورا کرنے کی صورتیں شامل ہیں مثال کے طور پر:

مخصوص ایام میں ازدواجی تعلقات پر مجبور کرنا

جنسی جذبات میں مغلوب ہو کر غیر فطری طریقہ پر مجبور کرنا

قرآن وسنت کے چند اہم بنیادی اصولوں کی روشنی میں ان مسائل پر غور وفکر کیا جاسکتا ہے،ان کی روشنی میں ان درپیش مسائل کا حل معلوم ہو سکتا ہے، وہ اہم اصول درج ذیل ہیں:

اسلام میں زن وشو کے حقوق کی باہمی رعایت

بیوی اور شوہر ایک دوسرے کے لیے بہت اہمیت رکھتے ہیں،ذیل میں بیوی کے حوالے سے چند اہم نکات اور شوہر کے حوالے سے بھی اس کے حقوق کی رعایت کی گئی ہے۔اسلام نے ایک طرف شوہروں کی شہوانی قوت کا خیال کیا ہے اور اس کی تسکین کے وسائل مہیا کیے ہیں تو دوسری طرف عورتوں کی شہوانی قوت کو بھی نظر انداز نہیں کیا ہے اور اس کی تسکین کا سامان کیا ہے۔اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو کہ عام طور پر دن میں روزہ رکھتے تھے اور راتیں تہجد نوافل میں گزار دیتے تھے،فرمایا:إِنَّ لجسدكَ عَلَيْكَ حَقّاً وإِنَّ لزوجكَ عَلَيْكَ حَقًّا۔"[5] "تم پر تمہارے بدن کا بھی حق ہے اور تم پر تمہارے گھر والوں کا بھی حق ہے"اس سے معلوم ہوا کہ بیوی کے حقوق کا خیال رکھنا بھی دین کا حصہ ہے۔

مخصوص ایام میں قربت کی ممانعت

ایام حیض کے دوران میاں بیوی کی مباشرت سے اسلام میں منع فرمایا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّى يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ۔[6]"

اور آپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دو وہ نجاست ہے پس حیض میں عورتوں سے علیحدہ رہو،اور ان کے پاس نہ جاؤ یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں، پھر جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے، بے شک اللہ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور بہت پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔"

اس بارے میں ارشاد نبوی بھی ہے:

عن أبي هريرة قال : من أتى حائضا ، أو امرأة في دبرها فقد كفر بما أنزل على محمد صلى الله عليه وسلم .[7]"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا جس شخص نے اپنی بیوی سے حیض کی حالت میں یا اس کے پیچھے کے مقام سے صحبت کی تو اس شخص نے اس حکم کا انکار کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل گیا گیا"

گویا کہ ان مخصوص اوقات کے دوران اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کے ساتھ زبردستی مباشرت کرنے کی کوشش کرے گا تو اس کو اللہ اور رسول کے حکم کی خلاف ورزی کہا جائے گا، اور یہ شرعی طور پر بیوی کے ساتھ زیادتی ہوگی۔

بیوی شوہر ایک دوسرے کے لیے پردہ

اللہ تعالیٰ نے زن و شو کو ایک دوسرے کے لیے پردہ بنایا ہے، قرآن میں سورہ بقرہ میں زوجین کے مابین جنسی تعلقات کی کیفیت کا نہایت ہی لطیف انداز میں تذکرہ کیا ہے کہ :أُحِلَّ لَكُم لَيلَةَ الصِّيامِ الرَّفَثُ إِلىٰ نِسائِكُم هُنَّ لِباسٌ لَكُم وَأَنتُم لِباسٌ لَهُنَّ۔[8] " تمہارے لیے روزوں کے زمانے میں راتوں کو اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا ہے، وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو" اس آیت میں میاں بیوی کو ایک دوسرے کے لیے لباس قرار دیا گیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ شوہر اور بیوی ایک دوسرے کے لیے لباس کی مانند ہیں کہ جس طرح لباس ستر پوشی کا کام بھی دیتا ہے، سردی گرمی سے بچاتا ہے اور باعث زینت و زیبائش بھی ہوتا ہے، اور پھر زن و شو کی تنہائی کی باتوں کو افشاں کرنے کی شرعی طور پر مذمت کی گئی ہے۔

نسوانی جذبات کا لحاظ رکھنا

شوہروں کو ہدایت کی ہے کہ بیویوں کی جنسی تسکین کا پورا خیال رکھیں۔ انہیں صرف اپنی جنسی تسکین سے غرض نہ ہو بلکہ اپنی بیوی کی خواہشوں کو بھی مد نظر رکھیں، حدیث میں ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مرد کے لیے صحبت سے قبل بیوی کے ساتھ پیار محبت کا رویہ اپنانا عین سنت ہے، تسکین ہو، محض جانوروں کی طرح اپنی خواہش پوری کرنا انسانیت نہیں جیسا کہ حدیث ہے:

لا يَقَعَنَّ أحدُكم على امرأتِه كما تَقَعُ البَهيمةُ وليكنْ بينهما رسولٌ قيل : وما الرسولُ ؟ قال : القُبْلةُ والكَلامُ۔[9]"

تم میں سے کوئی اپنی بیوی پر اس طرح نہ گر پڑے جس طرح جانور گرتے ہیں۔ پہلے دونوں کے درمیان پیغام رسانی ہونی چاہیے۔ پوچھا گیا کہ پیغام رسانی کا کیا مطلب یا رسول اللہ؟ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بوسے لینا اور محبت بھری بات چیت کرنا"۔

اگرچہ اس حدیث کے ضعیف ہونے پر کافی بحث کی گئی ہے، لیکن اس کا مضمون عصر حاضر کے مبحوث عنہا مسائل سے مطابقت رکھتا ہے۔10۔اسی طرح دوسرے مقام پر ارشاد نبوی ہے: خیرکم خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی۔11" تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور میں تم میں سے اپنے اہل کے ساتھ سب سے بہترین ہوں۔" جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ بھی اس کی بہترین مثال ہے، کہ آپ بھی اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ بہت اچھے طریقہ سے پیش آتے اور ان کی خاطر مدارت فرماتے۔

غیر فطری طریقہ سے ازدواجی تعلقات کی ممانعت

اسلام نے جہاں زن وشو کو ایک دوسرے کے لیے حلال وجائز طریقہ سے تعلقات قائم کرنے کا حکم دیا ہے، وہاں غیر فطری طریقہ سے تعلقات قائم کرنے کی مذمت بھی فرمائی ہے، جیساکہ ارشاد نبوی ہے:

عن ابن عباس ، قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا ينظر الله إلى رجل أتى رجلا ، أو امرأة في دبرها.[12]

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس مرد کی طرف (رحمت کی نظر سے) نہیں دیکھتا جو کسی مرد سے بدکاری کرتا ہے، یا عورت (بیوی) سے اس کے پیچھے کے مقام سے صحبت کرتا ہے۔"

اس جیسی اور بھی بہت سی روایات ہیں، جن سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اسلام فطری طریقہ کے علاوہ کسی طریقہ کو پسند نہیں کرتا، اخلاقی طور پر ایک سلیم الفطرت انسان اس قسم کے قبیح فعل سے گریز ہی کرتا ہے۔

صحابیات کا غیر فطری طریقہ کے بارے رسول اللہ سے استفتاء

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب سے زیادہ سنت کے متبعین میں سے ہیں، حتی کہ صحابیات بھی جہاں کہیں اشکال ہوتا، فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بالواسطہ یا بلاواسطہ مسائل پوچھ لیتی تھیں، ایک مرتبہ بعض خواتین کو صحبت کے مخصوص طریقہ کے بارے اشکال ہوا، تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا، جیساکہ مسند احمد میں ہے:

عن عبد الرحمن بن سابط قال : دخلت على حفصة ابنة عبد الرحمن فقلت انى سائلك عن أمر وأنا استحي ان أسألك عنه فقالت لا تستحي يا بن أخي قال عن آتيان النساء في أدبارهن قالت حدثتني أم سلمة ان الأنصار كانوا لا يجبون النساء وكانت اليهود تقول انه من جبى امرأته كان ولده أحول فلما قدم المهاجرون المدينة نكحوا في نساء الأنصار فجبوهن فأبت امرأة ان تطيع زوجها فقالت لزوجها لن تفعل ذلك حتى آتى رسول الله صلى الله عليه و سلم فدخلت على أم سلمة فذكرت ذلك لها فقالت اجلسي حتى يأتي رسول الله صلى الله

عليه و سلم فلما جاء رسول الله صلى الله عليه و سلم استحت الأنصارية ان تسأله فخرجت فحدثت أم سلمة رسول الله صلى الله عليه و سلم فقال ادعى الأنصارية فدعيت فتلا عليها هذه الآية { نساؤكم حرث لكم فأتوا حرثكم أنى شئتم } صماما واحدا۔(مسند احمد: حدیث، 27136)

"عبدالرحمن بن سابط کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے یہاں حفصہ بنت عبدالرحمن آئی ہوئی تھیں میں نے ان سے کہا میں آپ سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں لیکن پوچھتے ہوئے شرم آرہی ہے، انہوں نے کہا بھتیجے شرم نہ کرو میں نے کہا کہ عورتوں کے پاس پچھلے حصے میں آنے کا کیا حکم ہے، انہوں نے بتایا کہ مجھے حضرت ام سلمہ نے بتایا ہے کہ انصار کے مرد اپنی عورتوں کے پاس پچھلے حصے سے نہیں آتے تھے، کیونکہ یہودی کہا کرتے تھے کہ جو شخص اپنی بیوی کے پاس پچھلی جانب سے آتا ہے اس کی اولاد بھینگی ہوتی ہے، جب مہاجرین مدینہ منورہ آئے تو انہوں نے انصاری عورتوں سے بھی نکاح کیا اور پچھلی جانب سے ان کے پاس آتے، لیکن ایک عورت نے اس معاملے میں اپنے شوہر کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور کہنے لگی کہ جب تک میں نبی علیہ السلام سے اس کا حکم نہ پوچھ لوں اس وقت تک تم یہ کام نہیں کر سکتے۔ چنانچہ وہ عورت حضرت ام سلمہ کے پاس آئی اور ان سے اس کا ذکر کیا، حضرت ام سلمہ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ، نبی علیہ السلام آتے ہی ہوں گے، جب نبی علیہ السلام تشریف لائے تو اس عورت کو یہ سوال پوچھتے ہوئے شرم آئی لہذا وہ یوں ہی واپس چلی گئی، بعد میں حضرت ام سلمہ نے نبی علیہ السلام کو یہ بات بتائی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا اس انصاریہ کو بلاؤ! چنانچہ اسے بلایا گیا اور نبی علیہ السلام نے اس کے سامنے یہ آیت تلاوت فرمائی "تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں سو تم اپنے کھیت میں جس طرح آنا چاہو، آسکتے ہو" اور فرمایا کہ ایک ہی راستہ ہے۔"

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے ازواج مطہرات وہ واسطہ تھیں کہ جن کے ذریعے صحابیات جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے ازدواجی مسائل کا حل بھی معلوم کرتی تھیں، اس حدیث میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صحبت کے تمام طریقے جائز و درست ہیں بشرطیکہ وہ ذریعہ اختیار کیا جائے جہاں سے اولاد کا حصول ممکن ہوتا ہے، کیونکہ وہی کھیتی کی جگہ ہے، جس سے اولاد حاصل ہوتی ہے، اس کے علاوہ تمام ذرائع غیر شرعی ہیں ان سے اجتناب کیا جائے۔

اسلام پاکیزگی اور نظافت کا علمبردار۔۔۔۔۔۔۔۔۔(Prohibition of Oral Sex)

دین اسلام طہارت و پاکیزگی کا درس دیتا ہے نجاست و گندگی سے دور رہنے کو لازم قرار دیتا ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے: وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ۔[13] "اور گندی کو چھوڑ دو" نیز فرمایا "ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطهرین۔"[14] "یقینا اللہ تعالی بہت زیادہ توبہ کرنے

والوں اور پاکیزہ رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"دین اسلام ذی شان کاموں کا حکم دیتا اور گھٹیا اور رذیل کاموں سے منع کرتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ان اللہ کریم یحب الکرم و معالی الاخلاق ویبغض سفسافھا۔[15] "یقینا اللہ تعالیٰ کریم ہے اور وہ کرم اور اخلاق عالیہ کو پسند کرتا ہے اور گھٹیا عادتوں کو ناپسند فرماتا ہے۔" *ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی رات کو سو کر اٹھے تو اپنا ہاتھ برتن میں نہ ڈالے جب تک کہ اسے تین بار دھو نہ لے، کیونکہ اسے نہیں معلوم کہ رات میں اس کا ہاتھ کہاں کہاں رہا ہے۔[16] *جو پاکیزہ شریعت ہمیں برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے تین بار ہاتھ دھونے کا حکم دیتی کہ کہیں رات کو ہاتھ شرمگاہ کو نہ لگ گیا ہو، اس شریعت مطہرہ میں اورل سیکس کیسے جائز ہو سکتا؟*

دین اسلام نے قضائے حاجت کے وقت دائیاں ہاتھ شرمگاہ کو لگانا منع کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

لا يُمْسِكَنَّ أَحَدُكُمْ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ وَهُوَ يَبُولُ، وَلَا يَتَمَسَّحْ مِنَ الْخَلَاءِ بِيَمِينِهِ، وَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْإِنَاءِ۔[17]"

تم میں سے کوئی بھی پیشاب کرتے ہوئے اپنا آلہ تناسل دائیں ہاتھ سے نہ پکڑے, اور نہ ہی دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے, اور نہ ہی برتن میں سانس لے۔

چونکہ دائیاں ہاتھ کھانے پینے اور ذی شان کاموں کے لیے استعمال ہوتا ہے اس لیے دائیں ہاتھ کو ایسے رذیل کاموں میں استعمال کرنے سے شریعت نے منع فرمادیا۔ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كَانَتْ يَدُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيُمْنَى لِطُهُورِهِ وَطَعَامِهِ، وَكَانَتْ يَدُهُ الْيُسْرَى لِخَلَائِهِ، وَمَا كَانَ مِنْ أَذًى۔[18]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دائیاں ہاتھ وضوء اور کھانا کھانے (جیسے امور) کے لیے ہوتا تھا اور آپ کا بائیاں ہاتھ قضائے حاجت اور گندگی والے امور کے لیے۔"

غور فرمائیں کہ جب دائیاں ہاتھ جس کے ذریعہ انسان کھانا اپنے منہ کی طرف بڑھاتا ہے اسے ہی گندگی والے کاموں، شرمگاہ کو چھونے وغیرہ سے روک دیا گیا ہے تو اس سے بڑھ کر گھٹیا اور رذیل درجہ کے کام کیونکر جائز ہو سکتے ہیں؟۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

طيِّبُوا أفواهَكُم بالسواكِ، فإنَّها طُرُقُ القرآنِ۔[19]

"اپنے مونہوں کو مسواک سے پاکیزہ رکھو، بے شک یہ قرآن کے راستے ہیں۔"

یعنی منہ کو پاک صاف رکھنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ قرآن جیسی پاک کلام اس منہ سے ہو کر دل میں اترتی ہے*سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مسواک کا حکم دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانِ گرامی بیان کیا کہ جب کوئی بندہ مسواک کرکے نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوتا

ہے تو ایک فرشتہ اس کے پیچھے قرآن سننے کے لیے کھڑا ہو جاتا ہے۔ قرآنِ پاک کی محبت اس فرشتے کو مسلسل نمازی کے قریب لاتی رہتی ہے، حتیٰ کہ وہ اپنا منہ اس کے منہ پر رکھ دیتا ہے۔ پھر نمازی کے منہ سے قرآنِ کریم کا جو بھی لفظ نکلتا ہے، وہ فرشتے کے پیٹ میں چلا جاتا ہے۔ لہٰذا تم اپنے منہ صاف رکھا کرو۔[20] *اگر اسی منہ سے شرم گاہ وغیرہ کو چھوا جائے تو کیا فرشتے منہ لگائیں گے*

اسلام حلال اور پاکیزہ اشیاء کو کھانے کا حکم دیتا ہے اور خبیث کو حرام کرتا اور اس سے اجتناب کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے: اے لوگو! زمین میں جو حلال اور پاکیزہ ہے اس میں سے کھاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو، یقیناً وہ تمہارا واضح دشمن ہے۔[21]، اسلام ان تمام حرام اور قبیح لعینہ کاموں سے منع کرتا ہے، جو دین فطرت کے منافی ہیں۔

اللہ کے محارم اور مشتبہات سے اجتناب

دین اسلام میں حلال و حرام واضح کر دیے گئے ہیں، لیکن کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کے حلال و حرام ہونے میں شبہ ہے، وہ مشتبہات کہلاتی ہیں، ان سے بھی دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے قریب جانے والا حرام میں مبتلا نہ ہو جائے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> الحَلاَلُ بَيِّنٌ، وَالحَرَامُ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا مُشَبَّهَاتٌ لاَ يَعْلَمُهَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى المُشَبَّهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ، وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ كَرَاعٍ يَرْعَى حَوْلَ الحِمَى، يُوشِكُ أَنْ يُوَاقِعَهُ، أَلاَ وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى، أَلاَ إِنَّ حِمَى اللهِ فِي أَرْضِهِ مَحَارِمُهُ۔
>
> حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ امور ہیں، جنہیں بہت زیادہ لوگ نہیں جانتے۔ تو جو ان مشتبہ امور سے بچ گیا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچا لیا۔ اور جو شبہات میں داخل ہو گیا اسکی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو اپنی بکریوں کو ممنوعہ علاقہ کے قریب قریب چراتا ہے، ہو سکتا ہے کہ اسکی بکریاں اس ممنوعہ علاقہ میں داخل ہو جائیں۔ خبردار! ہر حکومت کے کچھ ممنوعہ علاقے ہوتے ہیں اور اللہ تعالی کے ممنوعہ علاقے اسکے حرام کردہ امور ہیں۔[22]

اس سے معلوم ہوا کہ مشتبہ امور سے بچنا بھی فرض ہے اور ان کاموں میں پڑنا حرام ہے، ضرر رساں اور نقصان دہ اشیاء کو شریعت نے حرام کیا ہے، مغربی تہذیب کے اثرات کی بنیاد پر آج مسلمانوں میں بھی یہ گھٹیا اور رذیل عادات پیدا ہوتی جا رہی ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قیامت کے قریب مسلمان یہود و نصاریٰ کی اس طرح پیروی کریں گے کہ اگر وہ گوہ کی بل میں داخل ہوں گے تو مسلمان بھی انکے پیچھے جائیں گے۔

جنسی اعضاء کا صحیح استعمال اور جنت کی ضمانت

اسلام دین فطرت ہے، دین اسلام نے ہمیں گندگی اور گمراہی سے نکالا اور پاکیزگی اور طہارت کا حکم دیا ہے، اور بعض لوگ اس پاکیزگی اور طہارت کو چھوڑ کر شیطانی روش اختیار کرتے ہوئے گندگی والے اور غیر فطری راستے اپنانے کی کوشش کرتے ہیں، جبکہ ہمارا دین اسلام بہت صاف اور پاکیزگی والا ہے*اس شرمگاہ کی حفاظت ہمارے لیے جنت کی ضمانت ہے، ارشاد نبوی ہے:

من يضمن لی ما بين لحييه وما بين رجليه اضمن له الجنة۔[23]

"جو شخص مجھے اس چیز کی ضمانت دے جو اس کے دو جبڑوں کے (زبان) اور دو ٹانگوں کے (شرمگاہ) درمیان ہے، تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔"

اس حدیث کا تقاضا بھی ہے کہ انسان کے پاس یہ عضو امانت ہے، اس کو اپنی مرضی سے استعمال کرنے کی ہرگز اجازت نہیں، صرف اسی ذات خداوندی کہ جس نے یہ نعمت عطا فرمائی ہے، اسی کی فرمانبرداری میں اس کے دین قیم کی روشنی میں استعمال کر سکتا ہے، وگرنہ یہی اعضاء غلط استعمال کی وجہ سے جہاں دنیا میں رسوائی کا سبب ہوں گے، وہاں قیامت کے روز بھی اللہ کے حضور گواہی دیں گے، جس دن کوئی ان کو روکنے والا نہیں ہوگا۔ اللہ ہم کو اپنے احکامات کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مسائل کے حل کے لیے تجاویز

ان مسائل کے حل کے لیے دو قسم کی تجاویز ہو سکتی ہیں۔

1۔ اخلاقی سطح پر　　2۔ قانونی سطح پر

جہاں تک اخلاقی تجاویز کا تعلق ہے، تو اس بارے میں شادی سے کچھ پہلے باقاعدہ ایسے کورسز کا اہتمام کروایا جائے کہ جس میں مرد و خواتین کی الگ الگ نشستیں ہوں، اور دونوں کو الگ الگ مردوں کو مرد اور خواتین کو عورتیں باقاعدہ اپنے اپنے حقوق و فرائض اسلام میں اخلاقی لحاظ سے کیا ہیں، وہ باقاعدہ ان سب کو سکھائے جائیں، افراط و تفریط کی حدود کی نشاندہی کرتے ہوئے اس سے دور رہنے کی تعلیم دی جائے، بحیثیت شوہر اور بیوی ایک دوسرے کا سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں خیال رکھیں۔

جہاں تک قانونی طور پر حد بندی کا تعلق ہے، وہاں باقاعدہ علاقائی سطح پر ایسے مرد و خواتین کی کمیٹی ہونی چاہیے کہ جو شرعی اور قانونی طور پر ہر لحاظ سے ان مسائل کا فہم رکھتے ہوں، اس میں چونکہ عام طور پر زیادتی مرد کی طرف سے ہوتی ہے، اس لیے وہ قانونی مرد حضرات ان مردوں کی اصلاح کا نجی طور پر انتظام کریں۔

فقہاء کرام نے اس کا یہ حل بھی تجویز کیا گیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ:[24]

"اگر شوہر کی طرف سے بیوی کے ساتھ واقعی بہت زیادتی ہو رہی ہے، اور شوہر بیوی کو غیر شرعی افعال پر بے حد مجبور کرتا ہے، ظلم و ستم کرتا ہے، تو اگر وہ عورت اس صورتحال میں خلع چاہتی ہے تو قاضی اصول شرعیہ کے

مطابق خلع کرواسکتا ہے۔ لیکن اگر عورت طلاق یا خلع کا مطالبہ کسی وجہ سے نہیں کررہی تو پھر قاضی اس کے شوہر کو سمجھائے،اس سے کام نہ چلے تو اس کو فہمائش کرے،اس سے بھی اصلاح نہ ہوسکے تو سزادے کر سمجھائے۔

اگر بیوی شوہر کی ظلم وزیادتی کی مدعی ہو یا دونوں میں سے کس کی زیادتی ہے،اس کا صحیح پتہ نہیں چل رہا،ایک فریق دوسرے فریق پر زیادتی کا دعویٰ کررہاہے،اور قاضی صحیح نتیجے تک نہ پہنچ رہا ہو،تو ان کو ایسے محلّہ یا علاقہ میں رہنے کا حکم دیا جائے جس میں نیک اور سمجھدار لوگ رہتے ہوں،وہ وقتاً فوقتاً ان پر نظر رکھیں،اور اس کا جائزہ لیتے رہیں کہ جس کی طرف سے (شوہر یا بیوی) کوئی خرابی معلوم ہو،اس کی اصلاح کی کوشش کریں،پھر اس کی روشنی میں قاضی ان کے درمیان فیصلہ کرے۔

لیکن اگر اس کے باوجود زوجین میں نزاع باقی رہے،اور قاضی کے سامنے کسی ایک فریق کی زیادتی ثابت نہ ہوسکے تو وہ دو ثالث مقرر کردے،جن کو اس بات کی اجازت ہو کہ وہ ان کے درمیان اتفاق رائے سے مصالحت کرادیں،یا تفریق کرادیں یا خلع کی صورت اختیار کریں۔

لیکن اگر پھر بھی وہ خاوند درست نہ ہو رہا ہو اور عورت کے لیے ایسی صورتحال پیدا ہوچکی ہو کہ جو شرعی طور پر بھی اور اخلاقی طور پر اس کے لیے ناقابل برداشت ہو،تو پھر وہ خلع کا تقاضا کرسکتی ہے،جس کی باقاعدہ قاضی تحقیق کرواکر خلع کے تقاضے پورے کرتے ہوئے اس عورت کی اس مرد سے خلاصی کی صورت نکالے گا۔""

عصر حاضر میں ان مسائل کی وجہ سے ایسی خواتین کا وجود فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ جو ان مسائل کو سمجھتی ہوں،اور دینی شرعی علم کے ساتھ ساتھ قانون کا علم بھی رکھتی ہوں،اور معاشرتی طور پر ان کا اثر رسوخ بھی ہو،جس کی بناء پر ان کی بات کی پذیرائی بھی ہوتی ہو،تو ایسی خواتین بھی ان مسائل کے حل میں اہم کردار کرسکتی ہیں۔

خلاصہ بحث

اسلام دین فطرت ہے اس میں جہاں ہر لحاظ سے مسلمانوں کی رہنمائی کی ہے،وہاں شوہر اور بیوی کے تعلقات کے حوالے سے بھی مکمل ضابطہ دیا ہے،ایک جانب تو شوہر کو بیوی کا نگہبان بنا کر اس کو یہ حکم دیا کہ اس کے حقوق کا خیال رکھے تو دوسری جانب اس کو یہ بھی کہا گیا کہ اپنے شوہر ہونے کی حیثیت سے فرائض سے غفلت نہ برتے،اسی طرح جہاں ایک طرف بیوی کو اس بات کا پابند کیا کہ وہ اپنے شوہر کی خواہشات کا خیال رکھتے ہوئے اس کے حقوق ادا کرے،وہاں ساتھ ہی یہ بھی کہا گیا کہ وہ اپنے فرائض میں کوتاہی سے گریز کرے،اور یہی دین فطرت ہے۔

لیکن ہمارے معاشرے میں بعض مواقع پر زن وشو اپنی حدود سے اس قدر تجاوز کرجاتے ہیں کہ جہاں ایک طرف بیوی خاوند کی اطاعت میں انتہائی مجبور ہوجاتی ہے وہاں دوسرے طرف شوہر انتہائی افراط میں چلے جاتے ہیں اور بیوی کو اپنی خواہشات کی

پیروی پر مجبور کرتے ہیں، یہ دین میں افراط ہے، اس سے بچنا اور بچانا اور اس کے لیے لائحۃ عمل اختیار کرنا بہت ضروری ہے، قرآن وسنت میں ان افراط و تفریط سے بچنے کی ترغیب دی گئی ہے، یہ اعضاء جسمانی ہمارے پاس اللہ کی امانت ہیں، اگر ہم ان کی حفاظت کریں گے اور ان کو اللہ اور اس کے رسول کے ارشادات کے مطابق استعمال کریں گے تو ان شاء اللہ جنت کا وعدہ ہے، یہود و نصاریٰ کے طور طریقوں سے اجتناب لازمی ہے۔

حواشی و حوالہ جات

[1]۔۔۔القزوینی، ابن ماجہ، محمد بن یزید، ابو عبداللہ، السنن، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت۔ط۔س۔ن۔حدیث 1846۔

[2]۔۔۔الطبرانی، سلیمان بن احمد، ابو القاسم، المعجم الاوسط، دار الحرمین، القاہرۃ، 1415۔حدیث 7647۔

[3]۔۔۔البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار طوق النجاۃ، 1422۔ مطبع امیریہ، بولاق، 1311۔حدیث 5063۔

[4]۔۔۔عبدالرزاق بن ہمام، ابو بکر، المصنف، تحقیق: حبیب الرحمٰن اعظمی، المجلس العلمی، الہند، 1403۔حدیث 10380۔

[5]۔۔۔احمد بن حنبل، المسند، موسسۃ قرطبہ، القاہرۃ، حدیث 6867۔

[6]۔۔۔البقرۃ، 2:222۔

[7]۔۔۔ابن ابی شیبہ، ابو بکر، عبداللہ بن محمد، مصنف ابن ابی شیبہ، دار السلفیہ، الہند، 1399۔حدیث 17077۔

[8]۔۔۔ سورۃ البقرۃ 2: 187۔

[9]۔۔۔ مسند الفردوس۔

10۔۔۔السؤال: ماصحۃ حدیث (ثَلَاثٌ مِنَ الْعَجْزِ فِي الرَّجُلِ: أَنْ يَلْقَى مَنْ يُحِبُّ مَعْرِفَتَهُ فَيُفَارِقَهُ قَبْلَ أَنْ يَعْلَمَ اسْمَهُ وَنَسَبَهُ، وَالثَّانِي: أَنْ يَكْرِمَهُ أَحَدٌ فَيَرُدَّ عَلَيْهِ كَرَامَتَهُ، وَالثَّالِثُ: أَنْ يُقَارِبَ الرَّجُلُ جَارِيَتَهُ أَوْ زَوْجَتَهُ فَيَصِيحَهَا قَبْلَ أَنْ يُحَدِّثَهَا وَيُوَانِسَهَا، وَيُضَاجِعَهَا فَيَقْضِي حَاجَتَهُ مِنْهَا قَبْلَ أَنْ تَقْضِيَ حَاجَتَهَا مِنْهُ) رواہ الدیلمي في مسند الفردوس؟ وإن كان ضعيفاً فهل من معناه صحيح؟.

نص الجواب الحمد للہ

أولاً: الحديث المذكور في السؤال بـ ألفاظ متقاربة، وهو حديث ضعيف جدّاً، لا يصح بوجه من الوجوه، وقد جاء مختصراً ومطوّلاً.

أما المختصر فهو بلفظ: لا يَقْعَدَنَّ أحدُكم على امرأتِه كما تَقْعُ البهيمةُ وليكن بينهما رسولٌ) قيل: وما الرسولُ؟ قال: القُبلةُ والكلامُ۔

قال الحافظ العراقي –رحمه الله : - رواه أبو منصور الديلمي في مسند الفردوس من حديث أنس، وهو منكر.

احیاء علوم الدین، ومعہ تخریج الحافظ العراقی (50/2)

وأماالمطوّل: فله ألفاظ منها ما جاء في السؤال، ومنها:

عن أنس قال: قال رسول اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم (ثَلَاثَةٌ مِنَ الجَفَا: أَنْ يُؤَاخِيَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فَلَا يَعرِفُ له اسْمًا وَلَا كُنْيَةً، وَأَن يُهَيِّئَ الرجلُ لِأَخِيهِ طعامًا فَلَا يُجِيبه، وأن يَكُونَ بَيْنَ الرجُلِ وَأَهلِهِ وِقَاعٌ مِن غَيرِ أَن يُرسل رسُولًا: المِزَاحُ والقُبَل؛ لَا يَقَعْ أَحدُكم على أَهلِهِ مِثلَ البَهِيمَةِ على البهيمةِ. وضعفه الشيخ الألباني في سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة (179/13 حديث رقم 6075)

ثانياً: وأماما احتواه النص من معاني فهي معانٍ صحيحة في الجملة:

أما الجملة الأولى: فلم يصح فيها شيء مرفوع، لكن صحّ ذلك عن بعض التابعين، وهو معنى صحيح لا يحتاج مثله لحديث مرفوع. وأشهر ما ورد في المسألة من الأحاديث المرفوعة حديثان:

1ـ حديث ابن عمر (إِذَا آخَيتَ رَجُلًا فَسَلْهُ عَنِ اسْمِهِ واسْمِ أَبِيهِ فَإِنْ كَانَ غَائِبًا حَفِظْتَهُ وإِنْ كَانَ مَرِيضًا عُدْتَهُ وإِنْ مَاتَ شَهِدْتَهُ)ـ وهو حديث ضعيف جدًّا كما نبّه عليه الشيخ الألباني في السلسلة الضعيفة (1725)

2ـ عَنْ يَزِيدَ بْنِ نَعَامَةَ الضَّبِّيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم (إِذَا آخَى الرَّجُلُ الرَّجُلَ فَلْيَسْأَلْهُ عَنِ اسْمِهِ وَاسْمِ أَبِيهِ وَمِمَّنْ هُوَ فَإِنَّهُ أَوْصَلُ لِلْمَوَدَّةِ) رواه الترمذي (2392) وقال: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الوَجْهِ وَلَا نَعْرِفُ لِيَزِيدَ بْنِ نَعَامَةَ سَمَاعًا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم وَيُرْوَى عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نَحْوُ هَذَا وَلَا يَصِحُّ إِسْنَادُهُ. انتهى ويُنظر: إتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة، للبوصيري (497/5)

والأخوة المرادة هنا هي الأخوّة الخاصّة، وقد جاء في بعض ألفاظه إذا أحبَّ كما رواه كذلك الإمام هنّاد بن السري في الزهد (275/1)

ثالثاً: وأما الجملة الثانية: وهي (أَنْ يُكرِمَهُ أَحَدٌ فَيَرُدَّ عَلَيهِ كَرَامَتَهُ): فمعناها ـ كما جاء في بعض ألفاظ الأثر ـ

أنيهيّئ لرجلاً خيهطعاماً فلا يجيبه، وهذا مما يوقع الوحشة بين الأخوين، وقد ثبت أن النبي صلى الله عليه وسلم أمر من كان صائماً تطوعاً أن يُفطر ويأكل من طعام أخيه تأليفاً لقلوب وإزالة للوحشة بينهما.

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ أَنَّهُ قَالَ: صَنَعْتُ لِرَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم طَعَامًا فَأَتَانِي هُوَ وَأَصْحَابُهُ، فَلَمَّا وُضِعَ الطَّعَامُ قَالَ رَجُلٌ مِنَ القَوْمِ إِنِّي صَائِمٌ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم (دَعَاكُمْ أَخُوكُمْ وَتَكَلَّفَ لَكُمْ) ثُمَّ قَالَ لَهُ (أَفْطِرْ وَصُمْ مَكَانَهُ يَوْمًا إِنْ شِئْتَ) رواه البيهقي في السنن الكبرى (279/4) وحسّنه الحافظ ابن حجر في فتح الباري (210/4)، والألباني في إرواء الغليل (11/7)

رابعاً: وأما الجملة الثالثة: وهي: أَنْ يُقَارِبَ الرَّجُلُ جَارِيَتَهُ أَوْ زَوْجَتَهُ فَيُصِيبَهَا قَبْلَ أَنْ يُحَدِّثَهَا وَيُؤَانِسَهَا، وَيُضَاجِعَهَا فَيَقْضِي حَاجَتَهُ مِنْهَا قَبْلَ أَنْ تَقْضِيَ حَاجَتَهَا مِنْهُ": فهي صحيحة المعنى، وقد ذكر العلماء أن من آداب الجماع أن يسبقه الزوج بالكلام والتقبيل وأن لا يباشر بالجماع دونهما، كما نبّهوا على حق المرأة في الاستمتاع بزوجها، فلا ينبغي له إذا أولج فأنزل أن يقوم عنها حتى يعلم أنها قضت حاجتها منه

قال ابن القيم ـ رحمه الله: ومما ينبغي تقديمه على الجماع: ملاعبة المرأة، وتقبيلها، ومصّ لسانها، وكان رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يلاعب أهله، ويُقبِّلها. زاد المعاد في هدي خير العباد (253/4)

وقال الغزالي ـ رحمه الله: ثم إذا قضى وطره فليتمهل على أهله حتى تقضي هي أيضاً نهمتها؛ فإن إنزالها ربما يتأخر فتهيج شهوتها، ثم القعود عنها إيذاءٌ لها،

والاختلاف في طبع الإنزال يوجب التنافر مهما كان الزوج سابقًا إلى الإنزال، والتوافق في وقت الإنزال ألذ عندها، ولا يشتغل الرجل بنفسه عنها فإنه ربما تستحي. احیاءعلوم الدین(50/2)

فتبين مما سبق أن الحديث الوارد نصُّه في السؤال لا يصح من حيث إسناده، وأما تضمنه من المعاني والإرشادات: فهي صحيحة، لا غبار عليها. والله أعلم

[11]۔۔۔السنن، حدیث1977۔

[12]۔۔۔ابن ابی شیبۃ، ابو بکر، عبداللہ بن محمد، مصنف ابن ابی شیبۃ، دار السلفیۃ، الہند، 1399۔ حدیث۔17070۔4/251۔

[13]۔۔۔المدّثر74:5۔

[14]۔۔۔البقرۃ2:222۔

[15]۔۔۔الحاکم، محمد بن عبداللہ، المستدرک علی الصحیحین، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1990۔ حدیث152۔

[16]۔۔۔ صحیح بخاری، حدیث162۔

[17]۔۔۔القشیری، مسلم بن الحجاج، الصحیحلمسلم، دار احیاء التراث العربی، بیروت، حدیث267۔

[18]۔۔۔السجستانی، سلیمان بن اشعث، ابوداؤد، السنن، مکتبہ التراث العربی، بیروت، حدیث33۔

[19]۔۔۔الجامع الصحیح للبخاری، 3939۔

[20]۔۔۔کتاب الزھد، عبداللہ بن المبارک: 1/435، ح: 1225، وسندہ حسن (البانی، صحیح الترغیب ۲۱۵• حسن۔

[21]۔۔۔البقرۃ:168۔

[22]۔۔۔ صحیح البخاری:52؛ صحیح مسلم:1599۔

[23]۔۔۔البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار ابن کثیر، بیروت، 1407۔ حدیث6109۔

[24]۔۔۔۔رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، جدید فقہی مسائل، زمزم پبلشرز، کراچی، 2010ء۔ 3/104۔